Anwar al-Sirah: International Research Journal for the Study of the Prophet Muhammad (PBUH)'s Biography
ISSN: 3006-7766 (online)and 3006-7758 (print)
Open Access: https://journals.iub.edu.pk/index.php/anwaralsirah/index
Published by: Seerat Chair, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

عصرِ حاضر میں اولاد کی تعلیم وتربیت اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں

The Education and Training of Children in the Light of Prophetic Seerah Guidance in Present Era

Dr. Wajid Mehmood*
Assistant Professor, Faculty of Islamic & Arabic Studies, Mohi Ud Din Islamic University (MIU) Nerian Sharif, AJK
Email: wajidmahmood95@gmail.com

Arshad Mehmood
Research Scholar, Faculty of Islamic & Arabic Studies, Mohi Ud Din Islamic University (MIU) Nerian Sharif, AJK

Anila Bibi
Research Scholar, Faculty of Islamic & Arabic Studies, Mohi Ud Din Islamic University (MIU) Nerian Sharif, AJK

Abstract

Children are a worthy reward of Allah Whom Allah declared elegance and splendor in this worldly domain in His verses. By baby's birth Allah sustained human race. But this hustle and bustle, beauty and greatness only lie when reward to be respected. They should be ducted with faith, ethics and education's ornaments. To be given attention to growth and religious training from the childhood perfectly. And brought them up in Islamic and religious environment. Children bestowed with natural religion that is to say every child is Muslim by birth. And has the ability to accept the right way more than the elders comparatively. Children are same like a delicate soil. The parents' utmost responsibility is to try to keep them in Islamic routine from the very childhood. Because as they trained them in such way will be fruitful for them in the ripe age. If viewed it in the light of holy prophet's action, from the rights of children on parents, the first and foremost is their religious education and training. Islam is a natural religion and Islam leads a man in his individual and social matters in all fields. Upon the whole, Islam declared the rules and regulations for the guidance of the man, in them also taught the principles of children's training and education. Children are the future and worthy asset of any nation. Children are constructer of a nation's future, the center of nation's hope and interpretation of dreams. The unique education, reasonable and ethical care and special care of these young saplings are parent's first and foremost duty. The education and instruction of these young guys is stressfully described by Islam. So, after declaring mother's lap a first institution for a child, the education and training of a child is made depended on parent's attention, nourishment, and care.

Keywords: Seerat-e-Tayyeba, Children's Guidance, Modern Era, Remedies, Application

تعارف:

عصرِ حاضر ایک ابتلا کا دور ہے تمام اقدار وروایات یکسر تبدیل ہو گئی ہیں جبکہ معاشرتی، معاشی، سیاسی اور اخلاقی اقدار تنزلی کا شکار ہیں۔ تعلیم کا وہ معیار نہیں رہا جو پہلے کبھی ہوا کرتا تھا۔ نصاب اور جدید علوم کی بابت تو ترقی دیکھنے میں آتی ہے لیکن تعلیم کے لیے سب سے اہم اور ضروری اجزاء یعنی استاد اور طالبعلم کا

* Email of corresponding author: wajidmahmood95@gmail.com

باہمی تعلق، ادب و احترام، اشیاء کی محنت اور لگن کی خصلت، طالبعلم کا تعلیم کی طرف رجحان یہ سب وہ عوامل ہیں جو گزشتہ کئی دہائیوں سے روبہ زوال ہیں۔ اب تعلیم صرف رٹہ سسٹم اور نمبر گیم کی مرہون منت ہے یہی سبب ہے کہ ہمارا نظامِ تعلیم آج وہ نتائج و ثمرات نہیں دے رہا جو وقت کی ضرورت ہیں۔

تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیتی عمل بھی نہایت اہمیت کا حامل ہے اگر یہ کہا جائے کہ تربیت کا عمل تعلیم سے بھی زیادہ ضروری ہے تو ہر گز بے جا نہ ہو گا لیکن آج ہمارے ہاں تربیت کے تمام ادارے بشمول آغوشِ مادر بے کار ہو کر رہ گئے ہیں ہمارا نظامِ تعلیم غیر واضح اور بے سمت ہے ہمیں معلوم ہی نہیں کہ عصرِ حاضر کے تقاضے کیا ہیں اور ہم نے اپنے بچوں کو کیا پڑھانا ہے؟

چونکہ کسی بھی ریاست یا معاشرے میں تعلیمی نظام کی حیثیت انتہائی کلیدی ہوتی ہے اور اگر نظامِ تعلیم مسائل کا شکار ہو گا اور مطلوبہ نتائج و ثمرات دینے سے قاصر ہو گا تو معاشرے کا کوئی بھی شعبہ مناسب نشو و نما نہیں پا سکے گا اور نتیجتاً ہر شعبہ روبہ زوال ہو جائے گا جو آج کل بیشتر اسلامی معاشروں کا المیہ ہے۔ یہی سبب ہے آج ہمیں ہر شعبہ زندگی میں شکست و ریخت اور خستہ حالی دکھائی دیتی ہے۔ ذہنی ہیجان، معاشرتی و معاشی ناہمواریاں، عدمِ مساوات، ناگفتہ بہ سیاسی و معاشی حالات، فکری انتشار، ذہنی افراتفری، بے انصافی، ذہنی غلامی، قرآن و حدیث سے لاتعلقی، مذہب و اقدار فراموشی، بدامنی، دہشت گردی اور بے اتفاقی وغیرہ وہ سب عناصر ہیں جو آج ہر اسلامی معاشرے کو اپنے زیرِ دست کیے ہوئے ہیں ہر طرف مایوسی اور قنوطیت کے سائے پھیل رہے ہیں۔ معاشی اور سماجی سطح پر فسق و فجور اس قدر بڑھ چکا ہے کہ ہماری تہذیب و ثقافت اور اخلاقیات و اقدار اس کے زیرِ نگیں ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ہم اپنی تربیتِ اولاد کا عمل کس طرح انجام دیں کہ متذکرہ بالا حالات پر قابو پایا جا سکے۔ کسی بھی مسلمان کی انفرادی زندگی یا کسی بھی مسلم معاشرے کی اجتماعی تگ و تاز میں رشد و ہدایت کا سب سے بڑا سرچشمہ حضور رحمت عالم علیہ الصلوۃ والسلام کا اسوہ حسنہ ہے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی حیاتِ مبارکہ رشد و ہدایت کی ایسی کامل اور جامع تصویر ہے کہ حیاتِ انسانی کا کوئی بھی پہلو ایسا نہیں جس سے متعلق ہمیں رہنمائی نہ ملتی ہو۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کے حوالے سے اسوہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام اس طرح رہنمائی کرتا ہے کہ کہیں کوئی تشنگی باقی نہیں رہتی۔

رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ذیشان ہے "والدین بچے کو یہودی، نصرانی یا مجوسی بناتے ہیں۔"[1] اس فرمان رسول علیہ الصلوۃ والسلام پر غور کریں تو معلوم پڑتا ہے کہ بچے کے اندر والدین کی تقلید کا جذبہ فطری طور پر موجود ہوتا ہے وہ سب سے پہلے اپنے والدین سے متاثر ہوتا ہے اور وہی اقدار و روایات حتیٰ کہ مذہب بھی وہی اپناتا ہے جس پر اس کے والدین کاربند ہوتے ہیں۔ اس لئے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے والدین کو تلقین کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت میں صدق و سچائی کی عملی تصویر بن کر سامنے آئیں کیونکہ بچے ہمیشہ اپنے والدین کے نقش قدم پر چلتے ہیں، ان کی ہی عادات و اطوار کو اپناتے ہیں اور ان کے اخلاق کی پیروی کرتے ہیں۔ چنانچہ اگر بچے اپنے والدین کو صدق و سچائی کا پابند پائیں گے تو ان کی نشو و نما اور افزائش اسی اعلیٰ اخلاقی صفت پر ہو گی اور عمر بھر وہ اس پر کاربند رہیں گے۔ حدیث پاک میں مذکور ایک واقعہ سے بھی یہ چیز ظاہر ہوتی ہے کہ کس طرح سچائی کی صفت کو بچوں کی تربیت میں کلیدی حیثیت حاصل ہے۔

"حضرت عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں بچہ تھا ایک دن جب رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہمارے گھر تشریف فرما ہوئے جب میں باہر کھیلنے کے لئے جانے لگا تو میری والدہ نے مجھے بلایا کہ ادھر آؤ میں تمہیں کچھ چیز دوں۔ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ سن کر فرمایا! "وَمَا أَرَدْتِ أَنْ تُعْطِيَهُ؟ تم اسے کیا چیز دینا چاہتی ہو؟ قَالَتْ: أُعْطِيهِ تَمْرًا، میری والدہ نے کہا کہ میں اسے ایک کھجور دینا چاہتی ہوں۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ علیه الصلوة والسلام : أَمَا إِنَّكِ لَوْ لَمْ تَفْعَلِي كُتِبَتْ عَلَيْكِ كَذْبَةٌ. "آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا اگر تم اسے کچھ نہ دیتی تو (تمہارے نامہ اعمال میں) جھوٹ بولنے کا گناہ لکھا جاتا۔"[2]

یہاں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے اسوہ حسنہ کے بچوں کے قلوب و اذہان پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ جب بچے تھے تو انہوں نے ایک مرتبہ اپنے سامنے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو نماز تہجد ادا کرتے دیکھا تو فوری طور پر وہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ (نماز میں) شامل ہو گئے جیسا کہ صحیح بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ "میں نے ایک رات

اپنی خالہ (ام المؤمنین) حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بسر کی (میں نے دیکھا کہ) حضور علیہ الصلوۃ والسلام رات کے ایک حصے میں اٹھے اور ایک پرانی لٹکی ہوئی مشک سے مختصر وضو فرمایا پھر نماز شروع فرمادی، میں بھی اٹھا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح وضو کیا اور آ کر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مجھے پھیر کر اپنی دائیں جانب کر دیا۔ پھر نماز پڑھی جس قدر اللہ کو منظور تھی۔"[3]

چونکہ کم سن ذہن پر ارد گرد کے حالات و واقعات اور باتوں کے اثرات بہت گہرے ہوتے ہیں اسی لیے ماں باپ کو اسوہ حسنہ کا عملی نمونہ بن کر بچوں کے سامنے پیش ہونے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ بچوں کی نشو ونما کے ساتھ ساتھ تعلیم وتربیت کا اہتمام بھی ہو سکے۔

بچوں کی اصلاح سازی کے لیے موزوں موقع و محل کا انتخاب، اسوہ رسول کی روشنی میں

اسوہ حسنہ کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بھی آشکار ہوتی ہے کہ بچوں کی اصلاح و تربیت کے لیے موزوں وقت کا تعین بھی ازبس ضروری ہوتا ہے کیونکہ کسی بھی نصیحت کے نتیجہ خیز اور کارگر ثابت ہونے کے لیے مناسب وقت اور موقع کا انتخاب نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور دین اسلام تو وقت کے تعین میں اپنی مثال آپ ہے۔ آپ عبادات کو ہی لے لیجئے ہر عبادت کے لیے اوقات مقررہ کا اہتمام بھی بڑے اہتمام سے کیا جاتا ہے۔ بچوں کے حوالے سے یہ بات اور بھی ضروری ہو جاتی ہے کیونکہ بچوں کے قلوب واذہان کبھی ایک سے نہیں رہتے ان کی توجّہات اور ترجیحات بڑی عمر کے لوگوں کی نسبت زیادہ تغیر پذیر رہتی ہیں۔ لہذا اگر والدین اپنے بچوں کی تربیت کے لیے ان کی قلبی توجّہ کے موقع کا انتخاب کریں گے تو وہ یقیناً مطلوبہ نتائج و ثمرات حاصل کر پائیں گے اور یہ کامیابی یقیناً دیرپا ہو گی۔ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام بچوں کی اصلاح اور تعلیم و تربیت کے لیے مناسب ترین موقع و محل اور وقت کے تعین کے سلسلہ میں بڑے چنیدہ تھے۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے بچوں کی درست سمت پر اصلاح کے لیے بنیادی طور پر حسب ذیل اوقات کو پسند فرمایا۔

سیر و تفریح، سفری راستہ اور سواری کا موقع

دوران سفر سواری پر یا تفریح کے اوقات میں اکثر بچوں کا ذہن خالی ہوتا ہے وہ کسی ذہنی تناؤ کا شکار نہیں ہوتے کیونکہ ان اوقات میں بچوں کی خصوصی دلچسپی شامل حال ہوتی ہے چنانچہ ان اوقات میں کی جانے والی نصیحت تیر بہ ہدف ثابت ہوتی ہے۔ جامع ترمذی میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں ایک روز تاجدار کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے پیچھے سواری پر سوار تھا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:" يَا غُلاَمُ إِنِّي أُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ احْفَظِ اللَّهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللَّهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ۔" اے بچے! میں تمھیں چند کلمات سکھاتا ہوں: تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت (یعنی عمل) کر، اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ (کے احکام) کی حفاظت (یعنی عمل) کر، تُو اس کو اپنے سامنے پائے گا۔[4]

نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلام نے جب ایک بچے کو نصیحت فرمانا چاہی تو انہیں اپنے ساتھ سواری پر سوار فرما کر مخاطب کر کے یہ کلمات سکھائے تاکہ بچے کے ذہن میں ہمیشہ کے لئے نقش ہو جائیں۔

اولاد کے ساتھ مساویانہ سلوک

والدین کے لیے بچوں کی تعلیم و تربیت کے کلیدی اصولوں میں سے ایک اصول بچوں کے درمیان عدل و مساوات کا قیام ہے۔ عدل و مساوات کو بچوں کے فرماں بردار اور نیک سیرت ہونے میں گہرا عمل دخل حاصل ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے ساتھ امتیازی سلوک کو کسی صورت بھی برداشت نہیں کرتا بچپن میں چونکہ شعور ناپختہ ہوتا ہے تو بچہ اس بات کو بڑی شدت سے محسوس کرتا ہے کہ ماں باپ دونوں یا کوئی ایک اس کے بھائی کو زیادہ ترجیح دیتا ہے اور اس کا زیادہ خیال رکھتا ہے یہ عمل بچے کی شخصیت اور ذہن پر گہرے منفی اثرات مرتب کرتا ہے وہ بہت جلد بد مزاج، بدخو اور چڑچڑا بن جاتا ہے اس کی شخصیت ہمیشہ کے لیے تباہ ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں والدین چاہتے ہوئے بھی اس کی لگام نہیں کھینچ سکتے۔

اس ضمن میں قرآن حکیم میں مذکور واقعۂ حضرت یوسف علیہ السلام ایک بہترین مثال ہے جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان کے والد کا قلبی میلان ان کے بھائی کی طرف دیکھا تو وہ حسد کی آگ میں جل بھن گئے اور وہ اس کا انتقام لینے کے لیے یوسف علیہ السلام سے بد سلوکی میں ہر حد سے گزر گئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے والد جو اللہ کے برگزیدہ نبی تھے ان پر بھی غلط روی کا الزام لگا دیا قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے۔

"اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَ نَحْنُ عُصْبَةٌ-اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ۔" [5] "جب بولے کہ ضرور یوسف اور اس کا بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں اور ہم ایک جماعت ہیں بیشک ہمارے باپ صراحۃً ان کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔"

وقت گواہ ہے کہ برادران یوسف کے اس شعور کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنے والد اور بھائیوں کے حق میں ایک ناپسندیدہ ترین اور قبیح ترین فعل کا ارتکاب کر بیٹھے۔ یہی سبب ہے کہ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے والدین کے لیے بچوں کے مابین عدل و مساوات قائم کرنے کو نہایت ضروری قرار دیا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام کی ذیل میں نقل کی گئی یہ حدیث مبارکہ قیامت تک آنے والے پیروکارانِ محمد علیہ الصلوۃ والسلام کے لیے مشعل راہ ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "ان کے والد ایک روز ان کو بارگاہ رسالت میں لے گئے اور عرض کیا کہ میں نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو خصوصی طور پر ایک عطیہ دیا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے استفسار فرمایا: "أَكُلَّ وَلَدِكَ نَحَلْتَ مِثْلَهُ". قَالَ لاَ. قَالَ " فَارْجِعْهُ "." کہ کیا تم نے اس (بیٹے) کی طرح اپنے دیگر بچوں کو بھی عطیہ دیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ یہ سنتے ہی آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا مجھے تم ناانصافی کی اس بات پر گواہ مت بناؤ۔ پھر آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے مزید فرمایا کیا تمہیں یہ بات پسند ہے وہ (تمہارے دیگر بیٹے) فرمانبرداری میں برابری اختیار کریں انہوں نے کہا کیوں نہیں (یقیناً میں ایسا ہی چاہتا ہوں) رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا کہ پھر ایسا نہ کرو۔" [6]

اس ضمن میں مذکورہ بالا حدیثِ مبارکہ کے علاوہ اور بھی احادیثِ نبوی کتبِ احادیث میں منقول ہیں۔ ان تمام احادیث کا لبِّ لباب بیان کرتے ہوئے شارحینِ احادیث نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ اولاد کے مابین یکساں برتاؤنہ کرنا اور عدل و مساوات کا دامن چھوڑ دینا حرام ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے فرامین وارشادات میں اس معاملہ پر اس قدر سختی اس لیے برتی گئی کہ بچوں کے معاملہ میں ایک دوسرے کے درمیان امتیاز کرنا ایسا عمل ہے جو بھائیوں کے درمیان کینہ، حسد اور بغض و عداوت کو فروغ دیتا ہے اور آگے چل کر قطع رحمی کا باعث بنتا ہے۔ اس لیے ہمیں اسوہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام میں اس بات کا خصوصی اہتمام دکھائی دیتا ہے کہ بچوں کے درمیان والدین عدل و مساوات کا دامن کسی طور نہ چھوڑیں حتی کہ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے تو بیٹے اور بیٹی کے درمیان بوسہ لینے کے معاملہ میں بھی عدل و انصاف قائم کرنے پر خبردار فرمایا ہے۔"اِنَّ اللّٰہَ تعالي يُحِبُّ اَنْ تَعْدِلُوا بَيْنَ اَوْلادِكُمْ حَتّٰي فِي الْقُبَلِ۔" [7] ﴿بے شک اللہ تعالی تمہاری اولاد میں انصاف کو پسند فرماتا ہے یہاں تک کہ بوسہ لینے میں بھی۔﴾ ہاں البتہ اسلام نے بچوں کے درمیان تخصیص کو مطلقاً حرام قرار نہیں دیا یہ تخصیص بچوں کی خصوصیت کی بنا پر ممکن بھی ہے مثلاً کوئی بچہ اگر محتاج ہو، اپاہج ہو، نابینا ہو، کثیر العیال ہو یا تحصیل علمِ دین میں مشغول ہو یا پھر وہ فاسق ہو، بدعتی ہو یا کسی خلافِ دین کام میں مشغول ہو تو تخصیص برتنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بچوں کے حقوق کی پاسداری

دینِ اسلام میں حقوقِ انسانی پر بہت زیادہ توجہ دی گئی ہے بلکہ دیگر مذاہبِ عالم یا سماجی نظام حقوقِ انسانی کے معاملہ میں اس قدر وسیع القلبی سے برتاؤ کا تصور بھی نہیں پیش کرسکتے۔ اسی لیے اسلام نے بچوں کے حقوق ادا کرنے اور ان کی جائز بات کو ماننے کی تلقین کی ہے کیونکہ ایسا کرنے سے بچوں کے دل و دماغ پر نہایت خوشگوار اور مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بچپن سے ہی ان کے ذہن میں لین دین کا تصور جاگزیں ہو جاتا ہے کیونکہ اسلام جہاں انسان کو حقوق عطا کرتا ہے وہاں انسان پر کچھ فرائض بھی عائد کر دیتا ہے بچوں کے حقوق کی پاسداری کے ضمن میں ایک حدیث شریف پیش خدمت ہے جو وضاحت کے لیے کافی ہے۔ ایک حدیث شریف میں رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک چھوٹے لڑکے سے، جو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے بائیں جانب بیٹھا تھا اجازت لی کہ وہ اپنے

حق سے دستبردار ہو کر بڑے کو اپنا حق دے دے جو آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے دائیں جانب بیٹھا تھا لیکن وہ بچہ تیار نہ ہوا کہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے پس خوردہ کے حصول میں کسی کو بھی اپنے اوپر ترجیح دے چنانچہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے وہ برتن اس کو دے دیا تاکہ وہ اپنے حق سے پوری طرح مستفید ہو سکے۔

صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں کوئی مشروب پیش کیا گیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا اس وقت آپ کے دائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا تھا اور بائیں جانب دوسرے بزرگ حضرات۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس لڑکے سے فرمایا "يَا غُلَامُ، أَتَأْذَنُ لِي أَنْ أُعْطِيَهُ الْأَشْيَاخَ قَالَ: مَا كُنْتُ لِأُوْثِرَ بِفَضْلِي مِنْكَ أَحَدًا يَا رَسُوْلَ اللهِ۔

اے لڑکے! کیا تم مجھے یہ برتن ان بزرگوں کو دینے کی اجازت دیتے ہو؟ اس نے جواباً کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ سے بچے ہوئے اپنے حصہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا۔ فَأَعْطَاهُ إِيَاه. یہ سن کر رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے پانی کا برتن اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔[8]

ایسے ہی ایک اور روایت میں ہے ایک مرتبہ ایک لڑکا (اپنی حق تلفی کا خیال لئے) غزوۂ احد سے قبل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا اور رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے میرے چچازاد بھائی کو معرکہ میں شرکت کے لیے قبول فرمالیا ہے حالانکہ اگر میرا اس سے مقابلہ (کشتی) ہو تو میں اس کو پچھاڑ دوں۔ یہ سن کر نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے دونوں کو آمنے سامنے کشتی کرنے کا حکم صادر فرمایا تو وہ لڑکا اپنے چچازاد بھائی پر اس مقابلہ میں غالب آگیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کو بھی غزوہ احد میں جانے کی اجازت عطا فرمائی تاکہ وہ میدان جنگ میں جا کر بطور مسلمان سپاہی کے اس جہاد میں شریک ہو جائے۔

بلاشبہ اس کائناتِ عالم میں کوئی ایک بھی ایسی شخصیت نہیں ہے جو مقام و منزلت، جاہ و حشم اور جنود و لشکر کی کثرت کے لحاظ سے نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا ہم پلہ ہو لیکن اس قدر شان و شوکت اور مقام و مرتبہ کے باوجود مذکورہ بالا دونوں احادیث مبارکہ یہ واضح کرتی ہیں کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام چھوٹے بچوں کے حقوق کی پاسداری کا کس قدر خیال فرماتے تھے۔ گویا اسوہ رسول عربی علیہ الصلوۃ والسلام ہمیں بھی درس دیتا ہے کہ ہم بھی اپنے بچوں کے تمام حقوق کو ان کے سامنے اپنی بڑائی اور مقام و مرتبہ جتائے بغیر تسلیم کریں اور ان حقوق کی ادائیگی کو ہر حال میں یقینی بنائیں تاکہ بچوں کے حقوق کی پاسداری کے ساتھ ان کو دنیاداری، حقوق انسانی کا علم ہو اور ان کے ذہن میں دنیاوی زندگی میں لین دین کا تصور جاگزیں ہو سکے۔

بچوں کی صحبت

ایک قدیم کہاوت ہے کہ مجلس (یعنی محفل یا صحبت) کا اثر ضرور ہوتا ہے انسان جس طرح کے لوگوں میں اٹھتا بیٹھتا ہے اور وقت گزارتا ہے اس کے اثرات اس کے ظاہر و باطن اور قول و فعل پر ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ بچوں کی تربیت میں بھی صحبت کا بڑا گہرا عمل دخل ہوتا ہے ایک دوست اپنے دوست کا آئینہ دار ہوتا ہے اگر بچہ اچھے بچوں کے ساتھ کھیلتا اور وقت گزارتا ہے تو یقیناً وہ کچھ اچھی باتیں ہی سیکھے گا اور اگر اس کے برعکس اس صحبت برے لوگوں میں ہے تو وہ اس بری صحبت سے اثرات لے کر برا بن جائے گا۔

ہمارے پیارے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہر میدان حتی کہ میدانِ جنگ میں بھی بچوں کو اپنے ہمراہ رکھتے تھے کبھی حضرت ابن عباس کو اپنی صحبت بابرکات سے نوازتے اور کبھی اپنے چچازاد بھائی حضرت جعفر کو ساتھ لے لیتے۔ اعلان نبوت سے قبل مکی زندگی میں جب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ عالمِ بچپن میں تھے تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے دورانِ سفر و حضر آپ رضی اللہ عنہ کو اپنی صحبت سے سرفراز رکھا۔ آپ علیہ الصلوۃ والسلام بغیر کسی تکلف اور بڑائی کے اظہار کے بچوں کو اپنی صحبت مبارکہ سے سرفراز فرماتے تھے اور کبھی ناگواری کا اظہار نہ فرماتے تھے۔

اسوہ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے ان پہلوؤں پر غور کرنے سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ یہ بچوں کا حق ہے کہ وہ بڑوں کی صحبت میں بیٹھیں تاکہ ان سے تہذیب سیکھیں، اپنی عادات و اطوار میں نکھار پیدا کریں اور فنون و علوم سیکھیں۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی اس تربیت کا اثر یہ ہوا کہ صحابہ کرام اور

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بھی آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسی روایت پر عمل کیا۔لہٰذا یہ ضروری ہے کہ عصرِ حاضر میں اگر ہمارے بچے اپنے ہم عمر بچوں کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کریں تو والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں سے بے خبر نہ رہیں بلکہ اپنے بچوں کے لیے اچھے اور نیک بچوں کی صحبت کا انتخاب کریں اوران تمام بچوں کے اخلاق و کردار پر گہری نگاہ رکھیں،ان کی دیکھ بھال کریں۔باپ اپنے بچوں کی سوسائٹی اور حال واحوال کا وقتاً فوقتاً جائزہ لیتا رہے اور ماں اپنے بچوں کے اخلاق اور عادات واطوار کو پرکھے یوں ہر طرح کی خیر و بھلائی حاصل ہو گی۔

بچوں کے لیے سرور و اطمینان کا اہتمام کرنا

دیکھنے میں آتا ہے کہ چھوٹے بچے جب خوش و خرم ہوں تو ان کی صلاحیتوں میں نکھار آجاتا ہے۔سرور و خوشی اور اطمینان بچوں کے قلوب و اذہان حتی کہ جسمانی صحت پر بھی نہایت خوش کن اثرات چھوڑتی ہے۔بچے چونکہ معصوم ہوتے ہیں اور خوش دلی کو پسند کرتے ہیں بلکہ جب بچے خوش ہوں تو وہ بڑوں کی خوشی کا بھی باعث بن جاتے ہیں۔یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ بچے اپنے بڑوں کے رویوں اور چہروں پر خوشی اور طمانینت دیکھنا چاہتے ہیں۔سپاٹ چہرے چڑھی ہوئی تیوریاں دیکھ کر بچوں کا دل ٹوٹ جاتا ہے اور وہ مایوسی کا شکار ہو جاتے ہیں۔

اس ضمن میں اسوہ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہمیں بتاتا ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام بچوں کی دلجوئی اور خوشی کا باقاعدہ اہتمام کیا کرتے تھے آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے اس سلسلہ میں مختلف اسلوب اختیار فرمائے جو کچھ اس طرح ہیں۔

کم سن بچوں کو اپنی آغوش مبارک میں جگہ دے کر انہیں بوسہ دے کر اور بچوں کے ساتھ ہنسی مزاح کر کے جیسا کہ اکثر آپ علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔

بچوں کا شاندار استقبال کرنا اور بچوں کے سر پر دست شفقت پھیرنا یہ بھی اسوہ حسنہ میں شامل ہے۔

بچوں کے سامنے عمدہ اور مرغوب کھانے پیش کر کے اور خود بچوں کے ساتھ کھانا کھا کر ان کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے۔

گویا آپ علیہ الصلوۃ والسلام بچوں کی فطرتِ سلیم کی نشوونما اور ان کی شخصیت کی تعمیر کے لیے وہ تمام اسالیب اختیار فرماتے تھے جو فہم ودانش نبوی میں بلند ترین اور مفید ترین تھے۔

بچوں کے درمیان مقابلہ کروانا اور کامیابی پر انعام و اکرام سے نوازنا

مقابلہ بازی کا رجحان انسان کی مانند پڑی ہوئی صلاحیتوں کو نکھارتا ہے اور انسان کو فعال اور متحرک کر دیتا ہے بچوں میں تو اس کا اثر اور بھی زیادہ ہوتا ہے۔مقابلہ بازی سے بچوں کے اندر چھپی ہوئی صلاحیتیں اور قوتیں سامنے آجاتی ہیں۔ہمارے نبی مکرم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بچوں کے درمیان مقابلہ بازی کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔اسوہ رسول عربی علیہ الصلوۃ والسلام کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بچوں کے مابین ذہنی صلاحیتوں کے نکھار کے لیے سوالات وجوابات اور ذہنی آزمائش کے مقابلوں کے علاوہ جسمانی ورزش اور دوڑ وغیرہ کے مقابلے کرائے۔امام احمد بن حنبل نے حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام اپنے چچا جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بچوں عبداللہ،عبیداللہ اور کثیر رضی اللہ عنہم کو ایک قطار میں کھڑا کر کے فرماتے کہ جو سب سے پہلے دوڑ کر میرے پاس آئے گا اس کو اتنا انعام ملے گا۔(راوی کا بیان ہے کہ)یہ ارشاد نبوی سن کر تمام بچے دوڑے آتے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام کے سینہ مبارک اور پشت مبارک پر گر جاتے اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام ان کو چومتے اور اپنے سینہ مبارک سے لگا لیتے۔[9]

مقابلہ بازی کے انداز تربیت کا ایک اور بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انفرادیت کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور اجتماعیت کا جذبہ فروغ پاتا ہے بچوں کے اندر تنہائی پسندی کی حوصلہ شکنی ہوتی ہے اور لوگوں کا سامنا کرنے کی عادت پروان چڑھتی ہے یوں مقابلہ بازی سے آئندہ زندگی کے آلام و مسائل کا ڈٹ کر مقابلہ کرنے کا جذبہ بھی پروان چڑھتا ہے اور بچپن سے مقابلہ بازی کے عادی بچے زندگی میں کسی موڑ پر ہار تسلیم نہیں کرتے بلکہ ہر طرح کے مسائل سے لڑنا سیکھ جاتے ہیں۔

بچوں کی حوصلہ افزائی کرنا

انسانی نفسیات کا یہ حصہ ہے کہ وہ جب کوئی کارنامہ سرانجام دے تو اس کی تعریف بھی ہونی چاہیے اور اس کا حوصلہ بھی بڑھایا جانا چاہیے بچوں کی حوصلہ افزائی کرنا ان کے اندر مختلف طرح کے مفید اور مثبت ثمرات بیدار کر دیتا ہے گویا حوصلہ افزائی کرنا بچوں کی تربیت کا ایک لازمی اور ضروری جزو ہے جس سے کسی طور بھی عدمِ التفات نہیں کیا جا سکتا ہاں یہ ضرور ہے کہ یہ حوصلہ افزائی متوازن اور اعتدال کی حدود کے اندر ہونی چاہیے اور ناجائز کاموں میں بالکل بھی نہیں ہونی چاہیے بلکہ ناجائز کاموں میں حوصلہ افزائی نہیں، حوصلہ شکنی ضروری ہے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی حیات مبارکہ سے بارہا یہ ثابت ہے کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے جابجا بچوں کی حوصلہ افزائی فرمائی اور امت کو تلقین فرمائی کہ اس روش کو اپنایا جائے یہی وجہ ہے کہ خلیفۃ الرسول جناب حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس پر بڑی شد و مد کے ساتھ کاربند رہے۔ امام حاکم المستدرک میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں انہوں نے ایک روز فرمایا: "اَیَوَدُّ اَحَدُکُمْ اَنْ تَکُوْنَ لَہٗ جَنَّۃٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ"۔[10] کن لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی؟ لوگوں نے جواب دیا(یا امیر المومنین) واللہ اعلم یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضب ناک ہوئے اور فرمایا یہ کہو کہ ہم جانتے ہیں یا نہیں جانتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا امیر المومنین میرے دل میں کچھ آیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہاں بھتیجے تم بولو اور اپنے آپ کو کم تر خیال نہ کرو۔[11]

گویا بچوں کی گوشمالی اور حوصلہ افزائی کی خاطر والدین، اساتذہ اور بڑوں کو بھی اسی طرز کا عمل کرنا ہو گا جیسا کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "کہو بیٹا اپنے آپ کو کم تر خیال نہ کرو۔"

مدح و تعریف کرنا

اپنی تعریف سننا بھی انسانی نفسیات پر مثبت اثرات مرتب کرتا ہے بلاشبہ اس عمل سے بچوں کے احساسات اور جذبات نکھر جاتے ہیں، اخلاق اچھے ہوتے ہیں اور اعمال کی درستگی میں مدد ملتی ہے۔ بچے اپنی تعریف سن کر بے حد خوش ہوتے ہیں اور ان کی رغبت بڑھ جاتی ہے۔ رسول عربی علیہ الصلوۃ والسلام کا اسوہ حسنہ ہماری رہنمائی فرماتا ہے کہ اس سے بچوں کا کم سن ذہن ہر بات کو قبول کر لیتا ہے۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بتایا کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی زندگی میں جب کوئی خواب دیکھتا تو آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے بیان کرتا (آپ علیہ الصلوۃ والسلام تعبیر دیتے) میرے بھی دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ میں بھی کوئی خواب دیکھتا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام سے بیان کرتا، میں ابھی نوجوان تھا اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام زمانہ میں مسجد میں سوتا تھا۔ چنانچہ میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے مجھے پکڑ کر دوزخ کی طرف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ دوزخ پر کنویں کی طرح بندش ہے (یعنی اس پر کنویں کی سی منڈیر بنی ہوئی ہے) اس کے دو جانب تھے۔ دوزخ میں بہت سے ایسے لوگوں کو دیکھا جنہیں میں پہچانتا تھا۔ میں کہنے لگا "أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ النَّارِ" دوزخ سے خدا کی پناہ! وہ کہتے ہیں کہ پھر ایک فرشتہ ملا اور اس نے مجھ سے کہا ڈرو نہیں۔ یہ خواب میں نے (اپنی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو سنایا اور انہوں نے رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو سنایا۔ تعبیر میں آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ " نِعْمَ الرَّجُلُ عَبْدُ اللَّهِ، لَوْ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ "فَكَانَ بَعْدُ لاَ يَنَامُ مِنَ اللَّيْلِ إِلاَّ قَلِيلاً"۔ عبداللہ بہت اچھا لڑکا ہے۔ کاش رات میں نماز پڑھا کرتا اور بہت کم سوتا۔ (راوی نے کہا کہ آپ کے اس فرمان کے بعد) عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات میں بہت کم سوتے تھے (زیادہ عبادت ہی کرتے رہتے)۔[12] اس کے بعد ابن عمر رات کو کم سوتے تھے اور تہجد کی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ معلم کائنات حضرت محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کی تعریف کا ان پر کیسا اعلی و عمدہ اثر ہوا۔ آپ نے ایک امر پر ان کو خبردار بھی فرمادیا جس سے وہ غفلت برت رہے تھے اور انداز تعلیم بھی ایسا نفیس کہ غلام کے دل میں گھر کر گیا۔

سیرت نبوی کا مذکورہ بالا واقعہ اس بات کا عکاس ہے کہ مناسب اور موزوں موقع و محل پر اعتدال کے ساتھ بچوں کی مدح و تعریف کس قدر نافع اور ثمر بار ثابت ہوتی ہے۔ مذکورہ بالا تمام اصولوں کے علاوہ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے اسوہ حسنہ سے ہمیں بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ اور سنہری اقدامات بھی ملتے ہیں جیسا کہ بچوں کو خود اعتمادی پیدا کرنے اور بڑھانے کے لیے:

- بچوں میں قوت ارادی وخود اعتمادی پیدا کرنا
- راز کی حفاظت کرنے کی عادت ڈالنے
- روزے رکھنے اور نیکی کی عادت ڈالنے
- بچوں میں علمی استعداد کو بڑھانے کے لیے اعتماد پیدا کرنے
- اقتصادی اور تجارتی اعتماد بڑھانے
- ایک دوسرے کو پکارنے یا مخاطب کرنے کے لیے مخاطب کے اعلیٰ صیغے استعمال کرنے
- بچوں کی خواہشات اور ضروریات کو پورا کرنے کے لیے خاطر خواہ اقدامات اٹھانے
- تربیت کی خاطر کم سن بچوں کے سامنے ایک بات کو بار بار دہرا کر سمجھانے

ان مذکورہ بالا اقدامات کی مثالیں کہیں اور نہیں ملتیں۔ اسوہ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام میں جہاں بچوں کی تربیت کے اعلیٰ اخلاقی اصول ملتے ہیں وہیں بچوں کی تادیب وتربیت کا اصول بھی فعال نظر آتا ہے۔ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا ارشاد ہے" اذا اراد اللہ تعالی باھل البیت خیراً ادخل علیھم الرفق۔"[13] "جب اللہ تعالی کسی گھرانے یا کسی خاندان کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو انہیں نرم دلی اور نرم خوئی کی نعمت سے نواز دیتا ہے۔"

جبکہ بچے اپنے بھولے پن کی وجہ سے اس نرم دلی اور نرم خوئی کے زیادہ حق دار ہوتے ہیں۔

بچوں کے اصلاحِ اطوار میں تادیب وترہیب کا اسلوب

ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اُنہیں فرمایا:"اِنَّهُ مَنْ اُعْطِیَ مِنَ الرِّفْقِ، فَقَدْ اُعْطِیَ حَظَّهُ مِنَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَةِ، وَصِلَةُ الرَّحِمِ، وَحُسْنُ الْخُلُقِ، وَحُسْنُ الْجِوَارِ یَعْمُرَانِ الدِّیَارَ، وَیَزِیْدَانِ فِي الْاَعْمَارِ-"[14] "جس شخص کو نرمی عطا کی گئی، اُس کو دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی سے نواز دیا گیا اور صلہ رحمی، حسنِ اخلاق اور پڑوسی سے اچھا سلوک کرنے (جیسے امورِ خیر) گھروں (اور قبیلوں) کو آباد کرتے ہیں اور عمروں میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔"

بلاشبہ یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ جہاں ترقی اور صلح جوئی کا خوگر ہوتا ہے وہیں اسے کچھ معاملات میں نرمی سے بات سمجھ نہیں آتی بلکہ کسی نہ کسی شکل میں تادیبی کاروائی اس کے لیے ناگزیر ہو جاتی ہے کیونکہ غلطی کا سرزد ہو جانا انسان کی سرشت میں شامل ہے اور غلطی کی اصلاح کرنا بھی نہایت ضروری عمل ہے۔ اگر انسان کی غلطیوں کی سرزنش نہ کی جائے تو سماجی اور معاشرتی زندگی تباہ وبرباد ہو کر رہ جاتی ہے اور انفرادی طور پر انسان ناقابل اصلاح ہو کر مرتبۂ انسانیت سے گر جاتا ہے۔ بچوں کی تربیت کے مراحل میں بھی تادیب کی ضرورت سے انکار ممکن نہیں چونکہ بچپن میں بات قبول کرنے اور اثر جلد لینے کا مادہ بڑوں سے کہیں زیادہ ہوتا ہے بچوں کی عادات وخصائل ایک دوسرے سے مختلف ہوتی ہیں بعض بچے تربیت کو جلد قبول کر لیتے ہیں جبکہ بعض بالکل قبول نہیں کرتے، بعض بچوں میں شرم وحیا کا مادہ بہت زیادہ ہوتا ہے جبکہ بعض بالکل شرم وحیا نہیں کرتے، اس طرح کچھ بچے تعلیم وتربیت پر زیادہ توجہ دیتے ہیں اور کچھ بے توجہی کے باعث اس طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ کچھ بچے محض حوصلہ افزائی اور مدح وتعریف سے ہی خوب جی لگا کر پڑھتے ہیں جبکہ کچھ بچے اس وقت تک اس طرح مائل نہیں ہوتے جب تک ان کو ڈانٹا یا مارا نہ جائے۔ تادیب کے ضمن میں اسوہ حسنہ ہمیں چند اصول تربیت فرماتا ہے جو کہ حسب ذیل ہیں۔

پہلا اصول یہ ہے کہ بچوں کو ادب اور تہذیب سکھانا تربیت کا لازمی جزو ہے۔

اصول ثانی غلطی کی اصلاح پہلے فکری اور اخلاقی طور پر کی جائے اگر یہ کارگر ثابت نہ ہو تو پھر عملی اصلاح کی طرف آیا جائے۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ تادیب میں مدارج یعنی تدریجی طریقہ اپنایا جائے جس کی وضاحت اسلام بڑی خوبصورتی سے کرتا ہے۔ مثال کے طور پر تادیب کی یہ چند صورتیں یا مراحل ہمیں تعلیم فرمائے گئے ہیں۔

- چابک دکھا کر ڈرانا
- گوشمالی کرنا
- مارنا یا سزا دینا، مارنے کے بھی کچھ اصول واضع کیے گئے ہیں جیسا کہ
- مارنے کی ابتدا دس سال کی عمر کے بعد ہو
- تین بار مارنا آخری حد ہے، بار بار یا آئے روز مارنے سے منع فرمایا گیا ہے۔

کس چیز سے اور کس حد تک مارا جائے۔ تادیبی عمل کی صورتوں اور مراحل کا خلاصہ یہ ہے کہ گویا اسوہ حسنہ میں ہماری یہ تربیت فرمائی گئی ہے کہ مار پیٹ بے رحمانہ اور ظالمانہ انداز میں نہ ہو۔ غصے کے عالم میں مارنے سے اجتناب کیا جائے، مار پیٹ انتقام لینے کی غرض سے نہ ہو بلکہ یہاں تک بتا دیا گیا کہ کس عمر میں مار پیٹ کی جاسکتی ہے۔ چابک کا حجم اور نوعیت کیا ہو، کتنی بار مارا جاسکتا ہے اور جسم کے کون کون سے حصے مار پیٹ سے مستثنیٰ ہوں گے۔ سبحان اللہ! اسلام کس قدر آسانی کا دین ہے ہر معاملہ میں نرمی اور صلہ رحمی کا درس دیتا ہے اور نبی رحمت حضرت محمد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کے اسوہ حسنہ میں اسلام کی عملی صورت پیش کی گئی ہے۔

نتائج بحث

اسلام دین فطرت ہے انسان کی نجی زندگی ہو یا معاشرے کے اجتماعی مسائل و معاملات، اسلام نے معاشرے کے ہر طبقے کی ہر دور میں ہر طرح سے رہنمائی فرمائی ہے۔ الغرض دینِ اسلام نے انسانیت کی ہدایت و رہنمائی کے جو اصول و ضوابط مقرر فرمائے ہیں ان میں نونہالانِ ملت کی تعلیم و تربیت کے اصول بھی عطا کیے ہیں۔ بچے کسی بھی قوم کا مستقبل اور قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں۔ بچے قوم کے مستقبل کے معمار، امت کی امیدوں کا مرکز اور خوابوں کی تعبیر ہوتے ہیں۔ ان نونہالانِ ملت کی عمدہ تعلیم و تربیت، مناسب و مہذب نگہداشت اور خصوصی دیکھ بھال والدین کی اولین ذمہ داری ہے۔ ان طفلانِ ملت کی تعلیم و تربیت پر دینِ اسلام نے بہت زیادہ زور دیا ہے۔ تعلیم و تربیت کے ابتدائی طور پر دو مدرسے ہیں۔ ایک درسگاہ بچے کی آغوشِ مادر ہے جہاں اس کی تربیت ہوتی ہے اور دوسرا مدرسہ مروّجہ درس گاہ ہے جہاں اس کا مربّی معلم اور استاذ ہوتا ہے۔ اولاد کی تعلیم و تربیت میں والدین کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے اسی لیے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔"كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ،فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْيُمَجِّسَانِهِ۔"[15] ﴿ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔﴾

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے نسلِ نو کی تعلیم و تربیت کی طرف بھی توجہ مبذول کروائی چنانچہ والدین کو تلقین فرمائی کہ وہ اپنی اولاد کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنے کا اہتمام کریں۔ ارشاد فرمایا۔"أَكْرِمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَحْسِنُوا أَدَبَهُمْ -"[16] ﴿اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں شائستگی سکھاؤ۔﴾ مزید تعلیماً و تاکیداً ارشاد فرمایا۔"علّموا اولادکم واھلیکم الخیر وادّبوھم۔"[17] ﴿اپنے اہل و عیال کو خیر اور نیکی کی تعلیم دو اور انہیں ادب سکھاؤ۔﴾

چنانچہ اسوہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشنی میں ہم ان نونہالانِ ملت کی مناسب و مہذب نگہداشت اور عمدہ تعلیم و تربیت کا اہتمام کر کے ان طفلانِ ملت کو معاشرے کا ایک مفید اور کارآمد فرد بنا سکتے ہیں۔ آج بچوں کی کردار سازی اور اصلاحِ اطوار کے لیے تمام نفسیاتی ماہرینِ تعلیم اُن تمام اسالیب و مناہج کو اپنانے اور عملی طور پر نافذ کرنے کی تلقین کرتے ہیں جو اسوہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہمیں صدیوں پہلے میسر آئے۔ جیسے کہ بچوں کی اصلاح سازی کے لیے مناسب موقع و محل کا انتخاب کرنا(مثلاً دورانِ سفر، سواری پر یا سیر و تفریح کی دوران جب بچے ذہنی تناؤ کا شکار نہیں ہوتے بلکہ ان کی خصوصی دلچسپی و دلجمعی شامل ہوتی ہے۔) بچوں کے حقوق کی پاسداری کرتے ہوئے ان کے مابین مساویانہ سلوک روا رکھنا۔ بچوں کی صحبت پر نظر رکھتے ہوئے انہیں بری صحبت سے بچانا۔ بچوں

کی خوابیدہ صلاحیتوں کو جگانے کے لئے ان کے درمیان مقابلہ کروانا اور کامیابی پر انعام واکرام سے نوازتے ہوئے بچوں کی حوصلہ افزائی کرنا۔بچوں کے دل ودماغ کی شگفتگی یا سکون کے لیے سرور واطمینان کا اہتمام کرنا ان کے اچھائی اور کامیابی پر ان کی مدح وتعریف کرکے بچوں کے احساسات وجذبات نکھار کر ان کے اخلاق وعادات اور اعمال کی درستگی کرنا۔بچوں کی رغبت اور دلچسپی کو بڑھانے کے لیے بچوں میں قوت ارادی پیدا کرنا اور بچوں کے اصلاحِ اطوار اور کردار سازی میں تادیب وترہیب کا اسلوب اپنانا۔یہ وہ تمام اسالیبِ تعلیم وتربیت ہیں جو ہمیں اسوہ رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے میسر آتے ہیں۔گویا آپ علیہ الصلوۃ والسلام بچوں کی فطرتِ سلیم کی نشوونما اور ان کی شخصیت کی تعمیر کے لیے وہ تمام اسالیب اختیار فرماتے تھے جو فہم ودانش نبوی میں بلند ترین اور مفید ترین تھے جنہیں آج صدیوں بعد نفسیاتی ماہرینِ تعلیم ونفسیات بھی بچوں کی بہتر تعلیم وتربیت کے لیے ضروری ولازمی خیال کرتے ہیں۔

حوالہ جات وحواشی:

[1] ۔البخاري، محمد بن اسماعیل ، الجامع الصحیح (بیروت: دار ابن کثیر الیمامۃ، 2015) باب، ماقیل فی اولاد المشرکین، ح/1385

Al-Bukhārī, Muhammad ibn Ismā'il, Al-Jami 'al-Sahih (Birut, Dār ibn Katīr Al Yāmama, 2015) bab ma qīlā fī aulad ul mushrikīn,), Ḥadīth #:1385

[2] - ابوداؤد سلیمان بن الاشعث ،سنن ابی داود، (بیروت :دار الرسالۃ العالمیۃ، 2009ء)،298:4

Abū Dā’ūd, Sulaīmān Bin Al-Ashʿath,Sunan Abū Da’ūd(Beīrūt: Dār al-Risālah alʿĀlamiyyah, 2009), 298:4

[3] - البخاري ، الجامع الصحیح، باب التخفیف فی الوضوء،138:1

Al-Bukhārī, Al-Jamy’ Al-Ṣaḥīḥ , babu l takhf īf fīl wodu,138:1

[4] - ترمذی ، محمد بن عیسی ، سنن ترمذی، (لاہور، مکتبہ بیت السلام ، 2017)، رقم: 2516

Tirmadhī, Muḥammad ibn ‘Isa, Sunan Tirmidhī, (Lāḥore, Maktab Bait-al-Salām, 2017), Ḥadīth #:2516

[5] - یوسف، 12:8

Yūsuf , 8:12

[6] - البخاري ، الجامع الصحیح،رقم: 2586

Al-Bukhārī, Al-Jamy’ Al-Ṣaḥīḥ , Ḥadīth #:2586

[7] ۔ہندی،علاء الدین علی متقی بن حسام الدین۔کنز العمال۔(دارالاشاعت کراچی،2009) 445:16

Hindi, ʿAlāʾ al-Dīn ʿAlī al-Muttaqī ibn Ḥusām al-Dīn. Kanz al-ʿUmmāl. (Dār al-Ishāʿat, Karachi, 2009), 16:445

[8] - البخاري ، الجامع الصحیح، 2 : 829

Al-Bukhārī, Al-Jamy’ Al-Ṣaḥīḥ , 2:829

[9] - أحمد بن محمد بن حنبل، مسند أحمد(القاہرہ،دار الحدیث،1995 م)،رقم: 5168

Ahmad ibn Muhammad bin Hanbal, Mūsnād Ahmād (Al Qāhira, Dārul Hadīs, 1995) Ḥadīth #:5168

[10] - البقرہ،266:2

Al- Baqara,2:266

[11] ۔البخاري ، الجامع الصحیح،رقم: 4538

Al-Bukhārī, Al-Jamy’ Al-Ṣaḥīḥ Ḥadīth #:,4538

[12] - البخاري ، الجامع الصحیح،رقم : 1121

Al-Bukhārī, Al-Jamy’ Al-Ṣaḥīḥ , Ḥadīth #:1121

[13] ۔ أحمد بن محمد بن حنبل، مسند أحمد(القاہرہ،دار الحدیث،1995 م)

Ahmad ibn Muhammad bin Hanbal, Mūsnād Ahmād (Al Qāhira, Dārul Hadīs, 1995)

[14] - أحمد بن محمد بن حنبل، مسند أحمد(القاہرہ،دار الحدیث،1995 م)رقم :25773

Ahmad ibn Muhammad bin Hanbal, Mūsnād Ahmād (Al Qāhira, Dārul Hadīs, 1995) Ḥadīth #:25773

[15] - البخاري ، الجامع الصحيح،رقم : 1385

Al-Bukhārī, Al-Jamy' Al-Ṣaḥīḥ , Ḥadīth #:1385

[16] - ابن ماجه،محمد بن يزيد ،سنن ابن ماجه (بيروت:: دار إحياء الكتب العربية ،)،رقم: 3671

Ibn Māja, Muḥammad Bin Yazīd, Sunan Ibn Māja (Beīrut: Dār al-Kitab Al-ʿarabīa,)Ḥadīth#:3671

[17] ۔عبد العظیم بن عبد القوی، منذری ،الترغیب والترھیب (دار الکتب العلمیه،بیروت، لبنان1417ھ) ،1:85